رفاہ عام

از

(جناب مولوی محمد انظر شاہ صاحب استاذ دار العلوم دیوبند)

(۵)

بیت المقدس میں مسلمانوں کی طرف سے جو ہسپتال کھولا گیا تھا اس کے متعلق لکھا ہے

"یہ ایک اعلیٰ درجہ کا دار الشفا ہے جس کے لئے زر کثیر وقف کیا گیا ہے ہزار ہا بیماروں کو یہاں دوا اور غذا دی جاتی ہے بہت سے تنخواہ یاب طبیب مقرر ہیں جو ہر وقت شفاخانہ میں موجود رہتے ہیں۔" (ناصر خسرو ص ۲۶)

دمشق کے متعلق یہ لکھتے ہوئے کہ یہاں تقریباً ۲۰ کالج ہیں انگریز مصنف جی۔ بی اسٹرینج لکھتا ہے

"یہاں دو بیمارستان ہیں ایک پرانا اور ایک نیا، نیا شفاخانہ زیادہ وسیع اور بہتر بنا ہوا ہے اس کے وقف کی آمدنی ۱۵ پونڈ روزانہ ہے بیماروں کو دیکھنے کے لئے اطبا مقرر ہیں اور غذا، و دوا کے سرکاری طور پر پہنچانے کا انتظام ہے" بلاد فلسطین و شام ص ۳۰۵

اور مورخ صلیبی معرکوں کے مشہور شہسوار سلطان صلاح الدین ایوبی کے متعلق یہ لکھتے ہوئے کہ قاہرہ میں جو شفاخانہ سلطان نے تیار کرایا تھا وہ ایک نہایت خوبصورت اور شاندار ایوان ہے ہر کمرہ نہایت صاف اور پاکیزہ اور تمام کمروں میں چادر لگے ہوئے سلیقہ سے پلنگ بچھائے گئے ہیں اس کے لئے دواساز اور منشی مقرر ہیں۔ دواخانہ کا انتظام ایک سکریٹری کے متعلق ہے جس کے ماتحت بہت سے نوکر ہیں جو صبح و شام مریضوں کو دیکھتے ہیں۔ دوائیں غذائیں بہم پہنچائی جاتی ہیں اور مریضوں کی بڑی دلسوزی کے ساتھ خدمت کی جاتی ہے اس کے بعد یہ بھی اطلاع دی گئی ہے کہ

"عورتوں کے علاج کے لئے ایک جداگانہ قطعہ ہے اور ان کی خدمت خبر گیری اور علاج کے لئے عورتیں ہی مامور ہیں"

اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ

"پاگلوں کے علاج کے لئے الگ مکانات ہیں جن کا احاطہ نہایت وسیع اور دریچوں میں لوہے کی جالیاں ہیں"

اور آخر میں سب سے زیادہ حیرت انگیز جو بات سنائی گئی ہے وہ یہ ہے

"جو لوگ شفاخانوں میں علاج کسرِ شان سمجھتے ہیں ان کے لئے طبیب و جراح مقرر ہیں جو گھر پر جا کر ان کا علاج کرتے ہیں" حیات ایوبی ص ۲۱۱

کوئی ٹھکانہ ہے سلطان کی اس بلند حوصلگی کا۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا یہ دردمند ترجمان اپنے اولوالعزمانہ کارناموں کی وجہ سے تاریخ میں ایک شاندار کردار کا مالک ہے۔ سلطان کے ساتھ معاشرت اور ایسے فیاض و کشادہ دل انسان کے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے خود سلطان کی بیگم عصمیہ خاتون جس درجہ کی سخی و جواد تھی اس کے متعلق اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے

"اس نے فقراء کے مواجب مقرر کئے تھے۔ فقیہوں اور زاہدوں کے لئے سرائیں بنوائی تھیں۔ معلمین کی تنخواہیں مقرر کیں۔ طلباء کو کھانا اور پوشاک اس کے ہاں سے ملتا تھا۔ اس کے وقف کئے ہوئے مکانات و انعامات سے مدت دراز تک لوگوں نے فائدہ اٹھایا" (ایضاً)

دیانت پسند مورخ کا قلم، اس فیاض اور پاک نہاد خاتون کے تذکروں سے تاریخ کی کتابوں کو یقیناً زینت بخشے گا، اور انسانیت نواز حلقوں میں عصمیہ خاتون کی فیاضی ہمیشہ یاد رہے گی۔

لنگر خانے اور محتاج گھر | جابجا لنگر خانوں کا انتظام بھی مسلمانوں کی طرف سے کیا گیا تھا جن سے عام طور پر کھانا دونوں وقت ملتا اور محتاج خانوں میں ان کے رہنے سہنے کا آرام دہ اور راحت بخش انتظام کیا جاتا۔ چنانچہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے

"ایک لنگر خانہ قائم کیا جس سے فقیروں، مسکینوں اور مسافروں کو کھانا ملتا تھا" طبری ص ۱۳۶۴

ولید نے

"غرباء اور مساکین کے لئے محتاج خانے قائم کئے اندھوں کے واسطے راہبر اور اپاہجوں کے لئے خدمت گار مقرر کئے اور ان کو وظیفہ دیا" (تاریخ امت جلد ۳ ص ۱۲۷)

وظائف | ان لنگر خانوں اور محتاج گھروں کے علاوہ جن کا انتظام جابجا، غربا و فقرار کے لئے کیا گیا تھا، وظائف کی شکل میں ایک بڑی بھاری وہ رقم بھی تھی۔ جو مسلمانوں کی طرف سے مفلس اور قلاش لوگوں کو پہنچتی رہتی تھی۔ گویا کہ اس طرح غریب و حاجت مند لوگوں کی ضروریات و حوائج کو پورا کرنے کی سینکڑوں صورتیں پیدا کی گئی تھیں۔ یہ واقعہ ہے کہ غریب کو اپنے سرمایہ میں شریک کرنے کے جو سینکڑوں راستے اسلام نے پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر ان راہوں سے قلاش لوگوں تک ضرورت کے مطابق امداد پہنچتی رہے تو بلاشبہ سرمایہ دار اور غریب کے درمیان جھگڑے ختم ہو کر، اشتراکیت و سرمایہ داری کے لانیحل مسائل خود بخود طے ہو جائیں بہرحال مہدی کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے حکم دیا تھا

"ہر جذامی کو بیت المال سے وظیفہ دیا جائے تاکہ روزی کی تلاش میں جابجا ان کو گھومنا نہ پڑے اور یہ متعدی مرض پھیلنے نہ پائے۔ نیز قیدیوں کے عیال کو بھی جن کے گزر کی کوئی صورت نہیں۔ روزینہ دیا جایا کرے۔

تاریخ امت ج ۴ ص ۸۱)

متعدی امراض کے سلسلے میں مہدی کی یہ عجیب و غریب تجویز، بڑی مناسب اور موزوں ہے اگر آج بھی حکومتیں۔ اس قسم کی تجاویز پر عمل کریں تو کافی حد تک موذی بیماریوں کا سدِ باب ہو سکتا ہے۔ وظائف کی شکل میں غریبوں تک اچھی خاصی مقدار میں روپیہ پہنچانے کا یہ نظم مسلمانوں کے دور میں کافی طویل تھا اور یہاں تک کہ عورتیں بھی اس سے دلچسپی لیتی تھیں، سلطان ایوبی کی بیگم عصمیہ خاتون کے متعلق آپ مجھ سے ہی سن چکے ہیں کہ اس نے اپنے وظائف سے ایک بڑی جماعت کو کسب معیشت کے جھنجٹوں سے آزاد کر رکھا تھا۔

اوقاف | امیر شکیب ارسلان نے ان تمام اوقاف کی تفصیل سنائی ہے جو مسلمانوں کی طرف سے قائم تھے۔ اس تفصیل کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اوقاف کے کاموں سے مسلمان کس قدر دلچسپی لیتے تھے امیر نے اوقاف کے سلسلہ میں لکھا ہے

"دمشق میں ایک وقف کا مصرف صرف یہ ہے کہ کسی غلام سے چینی کے برتن اگر ٹوٹ جائیں تو فوراً غلام کی طرف

سے اس برتن کا معاوضہ برتن ہی کی شکل میں مالکوں کے پاس پیش کر دیا جائے ہر سال اس وقف میں چینی ظروف کا ایک بڑا ذخیرہ اسی لئے محفوظ رکھا جاتا ہے"

کیا ٹھکانہ ہے مسلمانوں کی اس بلند حوصلگی کا۔ کہ رفاہِ خلق کے لئے ان کے نیک جذبے خدمت کی کیا کیا شکلیں نکال لیتے تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ صدیوں تک مسلمانوں نے عام انسانوں کی خدمت جس انداز میں کی ہے۔ بلا مبالغہ، اقوام کی تاریخ اس نوعیت کی خدمات سے قطعاً خالی ہے امیر نے ایک دوسرے وقف کے متعلق اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے

"اس وقف سے مختلف علاقوں میں غربار کی لڑکیوں کی شادی کے انتظام ہوتے تھے"

بعض اوقاف اس لئے بھی تھے کہ

"جن عورتوں کے پاس زیور نہ ہوان کو عاریۃً زیور دیئے جائیں"

ٹیونس میں ایک خاص موسم میں لذیذ مچھلی نمایاں ہوتی ہے لیکن اتنی گراں قیمت کہ ہر شخص خرید کر کھا نہیں سکتا، ایک صاحبِ خیر مسلمان نے

"جائداد وقف کر دی کہ اس کی آمدنی سے یہ موسمی مچھلیاں غربار کو مہیا کی جائیں"

مراکش میں ایک بڑا وقف مجنوں اور پاگلوں کی خبر گیری کے لئے تھا۔ اور اسی وقف سے غربار کے لئے ہر سال موسم سرما میں گرم کپڑوں کا انتظام ہوتا تھا۔ مراکش ہی میں ایک فرانسیسی سیاح نے ایک اسلامی وقف کے متعلق بتایا ہے کہ

"اس کے مصارف سے اتنا بڑا مکان بنایا گیا ہے جس میں چھ ہزار اندھوں کو پناہ ملی ہوئی تھی ان کے کھانے، پینے، لباس اور تمام ضرورتوں کا کفیل یہی وقف تھا" حاشیہ حاضر العالم الاسلامی ا صـ ۲۹۲

بعض مجسم خیر لوگوں نے تو یہاں تک اوقاف کی خدمات کے حدود بڑھا دیئے کہ اگر میاں اور بیوی میں جھگڑا ہوا اور ناراض ہو کر بیوی شوہر سے علیحدہ ہو جائے تو اس پورے زمانے میں اوقاف کی طرف سے عورت کو اخراجات ملتے تھے۔ بعض ایسے بھی اوقاف تھے جو غریب گھرانوں میں شادی کے وقت فرش وفروش کا انتظام کرتے۔ بہر حال یہ اوقاف اور ان کی تفصیل بہت

زیادہ ہے۔

رسل ورسائل | مسلمانوں نے رسل ورسائل اور ڈاک کا سلسلہ بھی قائم کر کے اس کے حدود تمام ممالک اسلامیہ میں پھیلا دیئے تھے جیساکہ انگریز مورخ لکھتا ہے کہ

"ملک شام میں سلطنت اسلامی کے دوسرے ملکوں کی طرح ڈاک کی سڑکوں کا جال سا بچھا ہوا ہے اور جابجا برید خانے ہیں جن میں سرکاری خرچ سے سوار متعین رہتے ہیں" (بلاد فلسطین وشام ص ۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے اسلامی علاقوں میں بھی اسی اہتمام کے ساتھ رسل ورسائل کا باقاعدہ نظام قائم کیا گیا تھا اور رفاہِ خلق کے اس شعبہ سے مسلمان غیر معمولی دلچسپی لیتے تھے۔ مورخین کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ میں اس شعبہ نے منظم طور پر کاروبار شروع کیا۔ چنانچہ لکھا ہے

"برید کے نام سے مستقل شعبہ انھوں نے قائم کیا تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چابک دم گھوڑے تیار رہتے جو ادھر کی خبریں ادھر پہنچاتے" الفخری ص ۹۷

مہدی نے بھی مکہ، یمن، عراق کے شہروں میں ڈاک کا سلسلہ قائم کیا تھا۔ بہر حال رفاہِ خلق کے اس شعبہ میں بھی مسلمانوں کی خدمات دوسری قوموں سے کم نہیں۔ بلکہ یوں کہنا صحیح ہوگا کہ ڈاک کا موجودہ مرتب سلسلہ، مسلمانوں کی اس سلسلہ میں ایجادات کی ایک صاف ستھری شکل ہے۔ یوسف بن عمر کے زمانہ میں ڈاک کا خرچ چالیس لاکھ روپیہ سالانہ تھا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمان اس شعبہ سے کس قدر دلچسپی لیتے تھے۔

نصیبن کے بچھو | زہریلے جانوروں کے مارنے کی مہم موجودہ وقت کا ایک دلچسپ اور مفید مشغلہ ہے۔ مچھر، مکھیاں مارنے کی ترغیب حکومتوں کی طرف سے عوام کو دی جاتی ہے۔ اور ہزارہا بیماریوں کے پھیلنے کے خطرہ کا اس طرح مقابلہ کیا جاتا ہے۔ پچھلے سال چین میں ماؤ سی تنگ صدر جمہوریہ کی طرف سے مکھیوں کو مارنے کی ایک کامیاب مہم چلائی گئی تھی۔ شاید موجودہ وقت میں جبکہ مچھر اور مکھی مار مہم سے عوام کی دلچسپیاں بڑھ رہی ہیں یہ انکشاف دل چسپ ہوگا کہ

رفاہِ خلق کے اس شعبہ کی بھی بنیاد مسلمان اپنے دور میں ڈال چکے تھے۔ چنانچہ امیر معاویہ کے متعلق لکھا ہے

"ان کو نصیبین کے عامل نے لکھا کہ میرے ساتھیوں کی ایک جماعت کو بچھوؤں سے اذیت پہنچی ہے معاویہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ شہر کے تمام محلہ والوں پر بچھوؤں کی تعداد مقرر کردو کہ وہ روزانہ اتنے بچھو لایا کریں اس نے یہی کیا وہ لوگ بچھو لے کر آتے اور وہ ان کو مار ڈالنے کا حکم دیتا" فتوح البلدان ص ۲۹۶

بلکہ صرف یہی نہیں بعض شہروں میں بچھوؤں کے طلسم کا بھی انتظام کیا گیا تھا تاکہ ڈنک مارنے کی صورت میں علاج کیا جاسکے اب میں اس کی تفصیلات کہاں تک سناؤں۔

بندرگاہیں مسلمانوں نے اپنے دور میں بندرگاہیں بنائیں وہی بندرگاہیں جو اس ارتقائی دور میں کسی ملک کا سب سے بڑا قیمتی ذخیرہ سمجھا جاتا ہے۔ اور بحری راستوں سے نقل و حمل کا جو سب سے بڑا ذریعہ ہے چنانچہ بندرگاہ غسان کی

"اسلامی عہد میں از سر نو تعمیر ہوئی" دمشقی ص ۲۰۸

اس کے علاوہ دوسری بھی بندرگاہیں تعمیر ہوئیں۔ طوالت کے خوف سے ان کا ذکر چھوڑ رہا ہوں!

بہر حال اسلامی عہد میں رفاہِ عام کے سلسلہ میں جو کچھ ہوتا رہا یہ اس کا ایک ناقص اور غیر مکمل مرقع ہے۔ بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ ابھی تو سینکڑوں رفاہِ خلق کے ایسے شعبے ہیں جن کا ذکر میں نے قصداً چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً تعلیم سے متعلق مسلمانوں کی دلچسپی۔ اور اس میں کروڑہا کی رقم کا صرفہ۔ جا بجا مدارس، مکتب، کالج اور یونیورسٹیاں، طلباء اور اساتذہ کے لئے، ہر قسم کے آرام دہ انتظام اور ان کی متعلقہ تفصیل۔ اسی طرح زراعت و باغبانی اور تعلیم کے حیرت انگیز کارنامے، چراگاہوں سے متعلق اسلامی قوانین، دکانیں، بازار، تفریح گاہیں، عجائب خانے، اور چڑیا گھر، اس قسم کے سینکڑوں امور ہیں جن کا ذکر بھی نہ آسکا۔ میرے سامنے ابھی اتنے عنوانات باقی ہیں جن کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ اس مقالہ میں مسلمانوں کے رفاہِ عام سے متعلق جس قدر تفصیل ہونا چاہیے تھی۔ نہیں ہو سکی۔ اسی طرح ہندوستان میں مسلمانوں کے رفاہِ خلق سے متعلق امور کا ذکر بھی نہ آسکا۔ حالانکہ ہندوستان میں

بیٹھ کر لکھنے والے کو اپنی رفاہیت عامہ کا تذکرہ کرنا چاہیئے تھا۔ جو اس ملک کے گوشہ گوشہ میں مسلمانوں نے انجام دیئے اور جن کے مٹے ہوئے کچھ نشانات اب بھی باقی ہیں۔ انشاء اللہ کسی فرصت میں ہندوستان کے متعلق تفصیلات پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اب تو صرف یہ چاہتا تھا کہ رفاہِ عام سے متعلق ایک ہلکی سی تفصیل سامنے آجائے تاکہ خدمتِ خلق کے جو امور مسلمانوں نے انجام دیئے ان کی نوعیت مکمل نہیں تو ادھوری ہی سامنے ہو۔ اور اس تڑپتی ہوئی انسانیت کو معلوم ہو کہ عروج وارتقار کے بعد اس مسلم قوم پر جو تنزل و انحطاط کا دور شروع ہوا ہے اس کے نتیجے میں انسانیت نے اپنے ایک بہترین اور کار آمد خادم کو کس طرح ضائع کر دیا۔ اور رفاہیت عامہ کے جو عظیم الشان کام مسلمان انجام دے رہے تھے اور جن سے بلا تخصیص مذہب وملت سب ہی فائدہ اٹھاتے تھے ان کا سلسلہ منقطع ہونے سے کیا نقصان پہنچا۔ ہر وہ قوم جس میں فکر آخرت، اور آخرت کا یقین، موجود نہ ہو۔ اور جو اس زندگی کے بعد شروع ہونے والی دوسری زندگی سے انکار کرتی ہو۔ رفاہیت کے اتنے شاندار کارنامے اس قوم سے بعید ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے دور میں خدمتِ خلق کے جو نرالے کارنامے انجام دیئے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ اس دنیا کو آخرت کی کھیتی ان کو سمجھایا گیا تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رفاہِ عام اور خدمتِ خلق کے لئے اس قوم کو بیدار کرنا ہوگا جو اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی پر یقین رکھتی ہے۔ اور جس کو سمجھایا گیا ہے کہ حیات اخروی کی فوز وفلاح اس کائناتِ انسانی کی اخلاص کے ساتھ خدمت کرنے پر ہے۔ مضمون نگار کا قلم جس درد و دل سوزی کے ساتھ سوچنے کے لئے یہ نقاط پیش کر رہا ہے کاش کہ انسانوں کا عام ہجوم اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا کرے اور اس طرح انسانیت کے جسم زار پر مرہم و مداوا کے صحیح ذخیروں کا تلاش کرنے والوں کو سراغ مل سکے۔